❁❁❁ تقریر ❁❁❁

تقریر بابت والدین
وقت 5-7 منٹ

ماں کا نعم البدل کوئی نہیں

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ ۚ حَمَلَتۡہُ اُمُّہٗ وَہۡنًا عَلٰی وَہۡنٍ وَّفِصٰلُہٗ فِیۡ عَامَیۡنِ اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیۡکَ ؕ اِلَیَّ الۡمَصِیۡرُ (لقمان:15)

ہم نے انسان کو اس کے والدین کے حق میں تاکیدی نصیحت کی۔ اُس کی ماں نے اُسے کمزوری پر کمزوری میں اٹھائے رکھا۔ اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں (مکمل) ہوا۔ (اُسے ہم نے یہ تاکیدی نصیحت کی) کہ میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

گزشتہ دنوں مکرم طاہر احمد طارق صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ قادیان کا اپنی والدہ محترمہ پر ایک مختصر مگر جامع لکھا ہوا مضمون نظروں سے گزرا۔ جس میں موصوف نے اپنی والدہ کی بہت سی خوبیوں اور اوصاف کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے اپنی اس تحریر میں کمال خوبصورتی اور حکمت کے ساتھ یہ لکھا کہ **"میری والدہ نوکر بھی تھیں اور مزدور بھی تھیں"** ماں جیسی عظیم، بابرکت وجود اور ہستی کے لئے اِن الفاظ کا استعمال قدرے معیوب معلوم ہوتا ہے کیونکہ ماں تو احسان کے درجہ سے بڑھ کر ایتاءِ ذی القربیٰ کے درجہ پر پہنچ کر اپنے بچوں کی خدمت کر رہی ہوتی ہے وہ اپنی اولاد کو بغیر لالچ، انعام اور اجرت کے پالتی ہے۔ اِس لئے ماں کے لئے بظاہر نوکر یا مزدور کے الفاظ مناسب معلوم نہیں ہوتے ہیں۔ لیکن جب اِن دونوں الفاظ کو مختلف لغات کے آئینہ میں دیکھا تو بہت معیاری اور مثبت معنی دیکھنے کو ملے جس کے مطابق ایک ماں روزانہ ہی اپنی اولاد کے لئے سینکڑوں کاموں پر عمل کر کے نوکر اور مزدور کا کردار ادا کر رہی ہوتی ہے۔

نوکر اور مزدور کے معنوں میں تعمیراتی کام شامل ہیں۔ یعنی نوکر اور مزدور دونوں محنت اور مشقّت کر کے ایسی عمارتیں تعمیر کرتے ہیں جو اپنی ذات میں پختہ تو ہوتی ہیں اور خوبصورت دِکھتی بھی ہیں۔ بعینہٖ مائیں اپنے بچوں اور اولاد کی اصلاح وتربیت اور تعلیم دے کر ایک ایسا فلیٹ، کوٹھی اور عمارت تعمیر کرتی ہیں جن کے اندر اُس کی اولاد تو سکون اور آرام کے ساتھ سکونت پذیر ہوتی ہی ہے بلکہ آئندہ آنے والی نسلیں اِس سے فائدہ اُٹھاتی ہے۔ اِسے ہم اپنی زبان میں دودھ کو جاگ لگانے سے تشبیہہ دے سکتے ہیں کہ تھوڑا سا دہی مَنوں دودھ کو دہی میں تبدیل کر دیتا ہے اور پھر اُس دہی سے تھوڑی سی جاگ نکال کر ہماری مائیں اگلے دن کے لئے دہی بنانے کے لئے رکھ لیتی ہیں۔ جسے ہم اپنی زبان میں "جاگ" بولتے ہیں۔ اِسی محاورہ کو ہم اپنی ماؤں کی دن رات محنت پر لاگو کرتے ہیں کہ وہ دینی اور روحانی جاگ ایک نسل اور جنریشن سے اگلی نسل اور جنریشن میں لگاتی چلی جاتی ہیں۔ پہلے وہ اپنے صُلبی بچوں کو نمازی بناتی ہیں، انہیں مسجد کی راہ دکھلاتی ہیں۔ انہیں قرآن کریم پڑھاتی اور اسلامی تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم بھی دیتی ہیں اور پھر اپنی ادھیڑ عمری میں اپنی اگلی نسل پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کو بھی حسب توفیق محنت اور مشقّت سے دینی اور دُنیوی تعلیم دینے کے لئے مزدوری کا کام کرتی ہیں۔ ہم اپنے ماحول میں روزانہ ہی مشاہدہ کرتے ہیں کہ مائیں گھروں میں سب سے پہلے بیدار ہوتی ہیں۔ پاکستان کے دیہاتی ماحول میں مائیں علی الصبح بیدار ہو کر دودھ دھوتیں، رات کو جاگ لگے دہی کو بلو کو مکھن نکالتی، نفل اور فجر ادا کرتیں اور دعاؤں سے اپنے بچوں میں نکھار پیدا کرتیں، بچوں اور اہل خانہ کو ناشتہ کرواتیں، بچوں کو اسکولز وکالجز کے لیے تیار کرتیں اور بعض جگہوں پر انہیں اسکولز وکالجز چھوڑ کر آتیں ہیں۔ اسکولز وکالجز سے بچوں کی واپسی تک ماں گھر میں آرام سے نہیں بیٹھتی بلکہ مشین کی طرح گھر کے وہ کام کاج کرتی ہیں جو اسکولز کے بعد بچوں کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ گھر کی صفائی ستھرائی اور نظافت کے علاوہ بچوں کے لئے اُن کے ذائقوں کے مطابق کھانے تیار کرتیں اور اُن کی آمد کے بعد اُن کے ساتھ بیٹھ کر Homework کروانا اپنا فرض سمجھتی ہیں اور دیگر ضروریات کا خیال رکھتیں ہیں اور یہ محض خدمتِ اولاد ہے اور بغیر کسی لالچ کے وہ کرتی ہیں۔ اجر کا صرف اپنے اللہ تعالیٰ سے امید رکھتی ہیں۔ ماں کی محبت کی انوکھی بات یہ ہے کہ اس محبت میں کسی قسم کی

غرض، کوئی مقصد یا فائدہ ذہن میں نہیں ہوتا بلکہ بے غرض اور بے لوث محبت ہوتی ہے، انسانی رشتوں میں سب سے زیادہ پیار و محبت کرنے والی ہستی ماں کی ہے۔ ماں خدا کی عطا کردہ نعمتوں میں افضل ترین نعمت ہے، ماں شفقت، خلوص، بے لوث محبت اور قربانی کا دوسرا نام ہے۔

ایک بچہ اپنے باپ کی بھی اولاد ہے ماں کی بھی اولاد ہے۔ لیکن اگر بچہ بیمار ہو تو ماں ساری رات جاگتی ہے مگر مرد یعنی باپ نہیں جاگ پاتا۔ باپ پھر بھی نیند پوری کر لیتا ہے مگر ماں کی ممتا کو نیند نہیں آتی۔ وہ ماں جس نے اپنا خون جان بچے کو دے دی راتوں کا چین و آرام بچے کو دے دیا اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بچے کو تکلیف میں ماں ساری رات لے کر بیٹھی رہتی ہے۔ مسلسل راتوں کو جاگنا، شاید اس عورت کے لیے بھی ممکن نہ ہوتا، اس سے جڑی محبت جگائے رکھتی ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔ والدین کے ساتھ احسان کرو مگر جان لو کہ تمہاری ماں کا درجہ حق کے اعتبار سے زیادہ ہے۔ اس کا حق اس لیے زیادہ ہے کہ جو تکلیفیں تمہاری ماں نے اپنی جان پر برداشت کی ہیں اس کا اندازہ تمہارے والد کو بھی نہیں ہو سکتا۔

سامعین! ماں کے مقام کا اِن احادیث سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی کے سوال پر کہ مجھ پر اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: تمہاری ماں کا، تمہاری ماں کا، تمہاری ماں کا اور چوتھی بار فرمایا اس کے بعد تمہارے باپ کا۔

(بخاری کتاب الادب)

پھر ایک جگہ فرمایا "اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس شخص کی ناک خاک آلود ہو۔ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! کس کی ناک خاک آلود ہو؟ ارشاد فرمایا:

"جس نے اپنے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، پھر وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوا۔"

(مسلم، کتاب البر والصلة والآداب)

سامعین! جو کچھ ایک ماں اپنے بچوں کے لیے کرتی ہے بچے اُس کی خدمت کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! مَیں نے اپنی ماں کو یمن سے اپنی پیٹھ پر اٹھا کر حج کرایا ہے، اسے اپنی پیٹھ پر لئے ہوئے بیت اللہ کا طواف کیا، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، اُسے لئے ہوئے عرفات گیا، پھر اسی حالت میں اُسے لئے ہوئے مزدلفہ آیا اور منیٰ میں کنکریاں ماریں۔ وہ نہایت بوڑھی ہے ذرا بھی حرکت نہیں کر سکتی۔ مَیں نے یہ سارے کام اُسے اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے سرانجام دئے ہیں تو کیا مَیں نے اس کا حق ادا کر دیا ہے؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں، اس کا حق ادا نہیں ہوا"۔ اس آدمی نے پوچھا: "کیوں"۔ آپؐ نے فرمایا: "اس لئے کہ اس نے تمہارے بچپن میں تمہارے لئے ساری مصیبتیں اس تمنّا کے ساتھ جھیلی ہیں کہ تم زندہ رہو مگر تم نے جو کچھ اس کے ساتھ کیا وہ اس حال میں کیا کہ تم اس کے مرنے کی تمنا رکھتے ہو۔ تمہیں پتہ ہے کہ وہ چند دن کی مہمان ہے۔"

(الوعی، العدد 58، السنة الخامسه)

سامعین! آپ کے ذہن میں یہ سوال ابھرے گا کہ آخر ایسا ماں کے لیے کیوں کہا گیا ہے کہ اُس کی عزت و تکریم کرو اس کا رتبہ بہت بلند ہے؟ وہ بھی تو انسان ہے مگر اتنی تاکید کیوں کی گئی ہے کہ تم اسے اُف تک نہ کہو؟ جب یہ سوال آپ کے ذہن میں ابھرے گا تو ماں کا لطف و کرم آپ سے سوال کرے گا کہ بیٹا بھول گئے کیا؟ وہ مَیں ہی ہوں جس نے تمہیں اپنے جگر کے خون کا دودھ بنا کر پلایا۔ وہ مَیں ہی ہوں جب تو بستر پر پیشاب کر دیا کرتا تھا تو مَیں تمہیں دوسری جانب سلا دیا کرتی اور جب تو دوسری جانب بھی پیشاب کر دیا کرتا تو مَیں تمہارے پیشاب کیے ہوئے جگہ پر سو جایا کرتی تھی اور تجھے اپنے سینے پر سلایا کرتی تھی۔

ہر رشتے کی محبت کو الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے مگر ماں کی محبت ناقابلِ بیان ہے۔ دنیا کے سارے رشتے ناطے ایک طرف اور ماں جیسا لازوال رشتہ ایک طرف۔ ممتا محبت کی وہ ابتداء ہے جو اپنی اولاد کو نو مہینے اپنے پیٹ میں پالتی ہے۔ ان نو مہینوں میں وہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ دنیا میں آنے والے اس بچے کے لئے خود سراپا دعا بن جاتی ہے۔ وہ بچہ جو ابھی دنیا میں آیا بھی نہیں ہوتا اس کی خاطر وہ کس کس تکلیف سے نہیں گزرتی لیکن مجال ہے کہ اس اولاد کے لئے ایک ذرا سی شکن بھی اس کے ماتھے پر آتی ہو جو آنے سے پہلے ہی اسے تکلیف میں مبتلا کر دیتی ہے۔ وہ خوشی خوشی اُس کا انتظار کرتی ہے اور جب موت جیسے مراحل سے گزرنے کے بعد وہ اُس بچے کو جنم دیتی ہے تو پھر اُس محبت کو وہ اپنی آخری سانس تک نبھاتی ہے۔ وہ مسکراتی ہے جب بچہ مسکراتا ہے۔ وہ ہنستی ہے جب بچہ ہنستا ہے، وہ روتی ہے جو بچہ تکلیف سے روتا ہے، وہ کھیلتی ہے جب بچہ کھیلنا چاہتا ہے، وہ گہری نیند سے اٹھ جاتی ہے جب بچہ اٹھتا ہے بلکہ اُس کے سوتے ہوئے بھی اُٹھ اُٹھ کر اُس کو دیکھتی ہے۔ بچہ بھوکا ہوتا ہے تو ماں اسے صرف اس کا پیٹ بھرنے کے لیے نہیں کھلاتی اس کی پسندیدہ چیز کھلاتی ہے۔ خود پرانے کپڑوں میں گزار لیتی ہے لیکن اپنے بچے کے لیے نئے کپڑوں کا انتظام کرتی ہے۔

ماں اور بچہ دونوں کی ہی عمر میں اضافہ ہو رہا ہوتا ہے۔ بچہ پہلے سے زیادہ طاقتور اور ماں پہلے سے کمزور ہو رہی ہوتی ہے۔ بڑا ہوتا ہے تو اُس کو اسکول بھیجتی ہے، ٹیچرز اگر تعریف کریں تو خوش ہوتی ہے۔ ہر پل یہی دعا کرتی ہے کہ اچھا پڑھ لکھ جائے، فرمانبر دار اور دیندار ہو لیکن خدانخواستہ اگر ماں کی امیدوں کے مطابق نہ چلے تو اس سے اس کے حال پر نہیں چھوڑتی اسے کامیاب اور اچھا انسان بنانے کے لیے ایک مرتبہ پھر کمر کس لیتی ہے پھر ہمت جوان کرتی ہے اس کی فکر کا سلسلہ رکتا نہیں ہے تمام عمر چلتا ہے۔

ماں کی عظمت اور بڑائی کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ جب انسان سے اپنی محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کے لئے ماں کی محبت سے موازنہ کر کے سمجھاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں تم سے ستّر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام احباب جماعت کو خدا تعالیٰ کی محبت اپنے اندر پیدا کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے ماں کی محبت سے مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ماں جیسی بے لوث محبت خدا کی اپنے اندر پیدا کرو۔ فرمایا:

”دیکھو! ایسی طبعی محبت پیدا کرلو جیسے ایک ماں کو اپنے بچہ سے ہوتی ہے۔ ماں کو نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کیوں بچہ سے محبت کرتی ہے۔ اس میں ایک طبعی کشش اور ذاتی محبت ہوتی ہے۔

دیکھو! اگر کسی ماں کا بچہ گم ہو جاوے اور رات کا وقت ہو تو اس کی کیا حالت ہوتی ہے۔ جوں جوں رات زیادہ ہو گی اور اندھیرا بڑھتا جاوے گا اس کی حالت دگرگوں ہوتی جاوے گی گویا زندہ ہی مر گئی ہے مگر جب اچانک اسے اس کا فرزند مل جاوے تو اس کی وہ حالت کیسی ہوتی ہے۔ ذرا مقابلہ کر کے تو دیکھو! پس صرف ایسی محبت ذاتی اور ایمان کامل سے ہی انسان دارالامان میں پہنچ سکتا ہے۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 274-275)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

”ماں کی اپنے بچے سے محبت ایک طبعی اور فطری تقاضا پر مبنی ہے نہ کہ کسی طمع پر۔ دیکھو! بعض اوقات ایک ماں ساٹھ برس کی بڑھیا ہوتی ہے اس کو کوئی توقع خدمت کی اپنے بچے سے نہیں ہوتی کیونکہ اس کو کہاں یہ خیال ہوتا ہے کہ مَیں اس کے جوان اور لائق ہونے تک زندہ بھی رہوں گی۔ غرض ایک ماں کا اپنے بچے سے محبت کرنا بلا کسی خدمت یا طمع کے خیال کے فطرت انسانی میں رکھا گیا ہے۔ ماں خود اپنی جان پر دکھ برداشت کرتی ہے مگر بچے کو آرام پہنچانے کی کوشش کرتی ہے۔ خود گیلی جگہ لیٹتی ہے اور اسے خشک حصہ بستر پر جگہ دیتی ہے۔ بچہ بیمار ہو جائے تو راتوں جاگتی اور طرح طرح کی تکالیف برداشت کرتی ہے۔ اب بتاؤ کہ ماں جو کچھ اپنے بچے کے واسطے کرتی ہے اس میں تصنع اور بناوٹ کا کوئی بھی شعبہ پایا جاتا ہے؟“

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 361)

پھر فرماتے ہیں:

” احسان میں ایک مادہ خود نمائی کا ہوتا ہے اور اگر کوئی احسان فراموشی کرتا ہو تو محسن جھٹ کہہ اٹھتا ہے کہ مَیں نے تیرے ساتھ فلاں احسان کئے لیکن طبعی محبت جو کہ ماں کو بچے کے ساتھ ہوتی ہے اس میں کوئی خود نمائی نہیں ہوتی بلکہ اگر ایک بادشاہ ماں کو یہ حکم دیوے کہ تو اس بچہ کو اگر مار بھی ڈالے تو تجھ سے کوئی بازپرس نہ ہو گی تو وہ کبھی یہ بات سننی گوارا نہ کرے گی اور اس بادشاہ کو گالی دے گی۔ حالانکہ اسے علم بھی ہو کہ اس کے جوان ہونے تک مَیں نے مر جانا ہے مگر پھر بھی محبت ذاتی کی وجہ سے وہ بچہ کی پرورش کو ترک نہ کرے گی۔ اکثر دفعہ ماں باپ بوڑھے ہوتے ہیں اور ان کو اولاد ہوتی ہے تو ان کی کوئی امید بظاہر اولاد سے فائدہ اٹھانے کی نہیں ہوتی لیکن باوجود اس کے پھر بھی وہ اس سے محبت اور پرورش کرتے ہیں۔ یہ ایک طبعی امر ہوتا ہے جو محبت اس درجہ تک پہنچ جاوے اسی کا اشارہ اِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی (النحل: 91) میں کیا گیا ہے کہ اس قسم کی محبت خدا کے ساتھ ہونی چاہیے۔ نہ مراتب کی خواہش نہ ذلت کا ڈر۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 314)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بچے کی ماں سے محبت کے بارے میں فرماتے ہیں:

” ایک دودھ پیتا بچہ تک بھی اپنی ماں کی گود میں اور ایک اجنبی کی گود میں فرق محسوس کرتا ہے اور دوسرے کے ہاتھوں میں جا کر خواہ مخواہ رو پڑتا ہے یا بیکل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ وہ اس وقت اپنے پرائے میں کچھ تمیز نہیں کر سکتا اور اس کو نہیں معلوم ہوتا کہ کون میرا دوست ہے اور کون میرا دشمن ہے وہ صرف اس محبت کے تعلق کی وجہ

سے جو اس کو اپنی والدہ سے ہوتی ہے غیر میں اور اپنی ماں میں ایک فرق محسوس کرتا ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ کہ دل را بہ دل رہیست یعنی اگرچہ ایک کو دوسرے کی محبت کا علم بھی نہ ہو تو بھی بوجہ محبت کی کشش کے وہ اُس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔"

(انوار العلوم جلد 1 صفحہ 27-28)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"یہ امر واقعہ ہے کہ ماں سے زیادہ بچے کو کوئی پیار نہیں کر سکتا۔ ماں سے زیادہ بچے کے لیے کوئی دکھ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ ایک ایسی پکی بات ہے کہ اس کو حقیقت میں کبھی بھلایا نہیں جا سکتا اگر کسی انسان کے دل میں شرافت ہو۔ تو ماں اُس کو پالتی ہے، ماں اُس کے لیے ہر قسم کے دکھ برداشت کرتی ہے، ہر قسم کی گندگی صاف کرتی ہے اور جس طرح وہ پیار کرتی ہے ویسے کوئی اور رشتہ دار پیار نہیں کر سکتا۔ بیوی بھی پیار نہیں کر سکتی۔

ایک فرضی حکایت ہے مگر ہے بہت سبق آموز کہتے ہیں کہ ایک لڑکے کو اپنی بیوی سے جاہلانہ حد تک عشق تھا اور ایسا جاہلانہ کہ اس کو خوش کرنے کے لئے ہر بیہودہ حرکت کرنے پر بھی تیار تھا۔ وہ اپنی ساس سے بہت جلتی تھی اور اپنی ساس کو جب اپنے بچے سے پیار کرتے ہوئے دیکھتی تھی تو اس سے اس کے دل میں حسد بھڑک اٹھتا تھا۔ تو ایک روز اس کی بیوی نے اپنے خاوند سے کہا کہ اگر تم مجھے خوش کرنا چاہتے ہو تو اپنی ماں کا سر طشتری میں سجا کر لاؤ ورنہ میرا خیال چھوڑ دو۔ اس بیوقوف بیٹے نے یہ کام کیا کہ طشتری میں اپنی ماں کا سر سجایا جبکہ وہ اپنی بیوی کی طرف آرہا تھا رستے میں ٹھوکر لگی اور اس کہاوت میں یہ ہے کہ اس کا سر زمین پر گر پڑا تو اس سر سے آواز آئی۔ میرے بچے! تجھے چوٹ تو نہیں لگی۔ پس ماؤں کے دل ایسے ہوا کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ کہاوت فرضی ہے مگر ان کے دل ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ پس ماؤں سے جو غیر معمولی حسن سلوک کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بالکل صحیح ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہئے اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ ساری جماعت میں ماؤں کی عزت کی جائے گی۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ۔ 2/ مئی 2000ء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ یعنی جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ (الجامع الصغیر 144 از علامہ سیوطی) مذکورہ بالا حدیث ماں کے قدموں تلے جنت ہے کا ذکر کرتے ہوئے ہندوستان کی مشہور لیڈر سروجنی نائیڈو نے اعتراف کیا سب سے زیادہ پیاری چیز جو اسلام ہندوستان میں لایا وہ یہ تھی کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔

(برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول حصہ چہارم از ملک فضل حسین احمدی۔ صفحہ 45)

یہ حدیث رسول اللہ کے جوامع الکلم کا شاہکار ہے۔ سیدنا حضرت مصلح موعود اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"یہ حدیث کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے یہ بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اگر ماں اچھی تربیت کرے تو اچھی نسل پیدا ہو گی اور جو انعامات باپ حاصل کرے گا وہ دائمی ہو جائیں گے۔ لیکن اگر ماں اچھی تربیت نہیں کرے گی تو باپ کے کمالات باپ تک ختم ہو جائیں گے اور دنیا کو جنات عدن حاصل نہیں ہوں گی۔"

(خلافت راشدہ صفحہ 118)

لہٰذا ماؤں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگر وہ اپنے بچوں کی تربیت اسلام کے بتائے ہوئے سنہری اُصولوں کے مطابق نہیں کریں گی یا اپنے بچوں کو قوم و ملک کے مفید شہری بنانے کی طرف توجہ نہیں دیں گی تو پھر وہ جنت، جس کی خوشخبری آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اُس کو پانا مشکل ہو گا۔

سامعین! ایک مرتبہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی والدہ قادیان آئی ہوئی تھیں۔ انہوں نے اپنی والدہ کی پیری اور ضعف کا اور ان کی خدمت کا جو وہ کرتے ہیں ذکر کیا یعنی بڑھاپے اور کمزوری کا تو حضرتِ نے فرمایا:

"والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا پر اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہم و غم والدین اٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے، کیونکہ والدہ بچہ کے واسطے بہت دکھ اٹھاتی ہے۔ کیسی ہی متعدّی بیماری بچہ کو ہو۔ چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو، ماں اس کو چھوڑ نہیں سکتی"

پھر حضرت اماں جان کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”ہماری لڑکی کو ایک دفعہ ہیضہ ہوگیا تھا ہمارے گھر سے اس کی تمام قے وغیرہ اپنے ہاتھ پر لیتی تھیں۔ ماں سب تکالیف میں بچہ کی شریک ہوتی ہے۔ یہ طبعی محبت ہے۔ جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ خدا تعالیٰ نے اسی کی طرف قرآن شریف میں اشارہ کیا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی (النحل: 91)۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 289-290)

سامعین! اللہ تعالیٰ نے ماں کی دعاؤں میں بھی ایک طاقت رکھی ہیں کیونکہ وہ اپنی اولاد کے لئے دل سے دعا کرتی ہے۔ امام بخاری کی والدہ بڑی عابدہ اور صاحبِ کرامات تھیں۔ خدا سے دعا کرنا، گریہ وزاری کرنا اُن کا حصہ خاص تھا۔ امام بخاری کی آنکھیں صغر سنی میں خراب ہوگئی تھیں۔ بصارت جاتی رہی۔ علاج سے عاجز آگئے۔ امام بخاری کی والدہ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرمارہے ہیں کہ تمہارے رونے اور دعا کرنے سے تمہارے بیٹے کی آنکھیں خدا نے درست کر دیں وہ کہتی ہیں کہ جس شب کو مَیں نے خواب دیکھا۔ اسی صبح کو میرے بیٹے کی آنکھیں درست ہوگئیں۔ روشنی پلٹ آئی اور وہ بینا ہوگئے۔

(سیرۃ البخاری از محمد عبد السلام مبارکپوری۔ صفحہ 42)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے متعلق ان کے خادم نصیب اللہ صاحب بیان کرتے ہیں۔

”آپ اپنی والدہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ ان کے متعلق آپ نے ”میری والدہ“ کے عنوان سے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ خدا نے میری سب خواہشیں پوری کی ہیں۔ بس اب ایک خواہش اور ہے اور یہ کہ مَیں اپنی والدہ کے پاس پہنچ جاؤں اور ان کی خدمت کروں۔ آپ نے اپنی والدہ کی ایک بڑے سائز کی تصویر اپنے سامنے لگائی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ مَیں آپ کو بازو سے تھام کر اندر سے باہر بڑے کمرے میں لا رہا تھا۔ سامنے تصویر تھی فرمایا کہ یہ میری پیاری والدہ ہیں۔ مَیں تو کچھ چیز نہ تھا۔ جو کچھ بھی مجھے مرتبہ ملا ہے محض خدا کے فضل سے اور حضور کی شفقت اور میری والدہ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔“

(خالد دسمبر 1985ء صفحہ 145)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

” سب سے زیادہ خدمت کی مثال اگر دنیا میں موجود ہے تو وہ ماں کی بچے کے لئے خدمت ہی ہے۔ اب یہاں رہنے والے، مغرب کی سوچ رکھنے والے، بلکہ ہمارے ملکوں میں بھی، برصغیر میں بھی، بعض لوگ لکھتے ہیں کہ ماں باپ کی خدمت نہیں کر سکتے، ایک بوجھ سمجھتے ہیں اور یہ لکھتے ہیں کہ جماعت ایسے بوڑھوں کے مراکز کھولے جہاں یہ بوڑھے داخل کروا دئے جائیں کیونکہ ہم تو کام کرتے ہیں، بیوی بھی کام کرتی ہے، بچے اسکول چلے جاتے ہیں اور جب گھر آتے ہیں تو بوڑھے والدین کی وجہ سے ڈسٹرب (Disturb) ہوتے ہیں، اس لئے سنبھالنا مشکل ہے۔ کچھ خوف خدا کرنا چاہئے۔ قرآن تو کہتا ہے کہ ان کی عزت کرو، ان کا احترام کرو اور اس عمر میں اُن پر رحم کے پر جھکا دو۔ جس طرح بچپن میں انہوں نے ہر مصیبت جھیل کر تمہیں اپنے پروں میں لپیٹے رکھا۔ تمہیں اگر کسی نے کوئی تکلیف پہنچانے کی کوشش کی تو مائیں شیرنی کی طرح جھپٹ پڑتی تھیں۔ اب ان کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے تو کہتے ہو کہ ان کو جماعت سنبھالے۔ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے سنبھالتی ہے لیکن ایسے بوڑھوں کو جن کی اولاد نہ ہو یا جن کے کوئی اور عزیز رشتے دار نہ ہوں۔ لیکن جن کے اپنے بچے سنبھالنے والے موجود ہوں تو بچوں کا فرض ہے کہ والدین کو سنبھالیں۔ تو ایسی سوچ رکھنے والوں کو اپنی طبیعتوں کو، اپنی سوچوں کو تبدیل کرنا چاہئے۔“

(خطبہ جمعہ 16/ جنوری 2004ء)

سامعین! جہاں تک احادیث کی رو میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا تعلق ہے۔ اس سلسلہ میں بنیادی آماجگاہ تو ماں کی گود ہے جہاں سے تعلیم و تربیت کے شگوفے پھوٹتے ہیں اور وہ اپنے بچوں کو تراش خراش کر ہیرے تیار کر کے اسلام احمدیت کی انگشتری کا نگینہ بنا کر جڑ دیتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ (مسند ابی حنیفہ کتاب الادب) اِس کا اگر ماں کی جنس کے حوالہ سے ترجمہ کیا جائے تو یوں ہوگا کہ نیک باتوں کو بتانے والی ان پر عمل کرنے والی کی طرح ہے۔ نیکی اور ہدایت کی طرف بُلانے اور اس کی ترغیب دلانے کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ

(آل عمران: 111)

کہ تم بہترین امّت ہو جو تمام انسانوں کے فائدہ کے لئے نکالی گئی ہو۔ تم اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو یہ ان کے لئے بہت بہتر ہوتا۔ ان میں مومن بھی ہیں مگر اکثر ان میں سے فاسق لوگ ہیں۔

سامعین! اور نیکی طرف بلانے کا سب سے بڑا اور اہم ذریعہ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آیت استخلاف میں کیا ہے۔ اس نعمت عظمٰی کو جاری رکھنے اور اُس کے استحکام کے لئے مومنوں کو جن میں مائیں شامل ہیں درج ذیل احکام دیے۔

1- حقیقی مومن بننا اور اعمالِ صالحہ سے اپنے آپ کو مزیّن کرنا۔

2- اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔

3- نماز قائم کرنا اور زکوۃ دینا۔

4- رسول کی کامل اطاعت اس لئے کرنا کہ اللہ تعالیٰ کا رحم ہو۔

یہی احمدی ماؤں کی ذمہ داری ہے۔ جن کو وہ اپنے بچوں میں سرایت کرتی چلی جاتی ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ سے واپس آتے ہوئے فرمایا تھا کہ اب ہم جہادِ اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں گویا تعلیم و تربیت کو جہادِ اکبر قرار دیا۔

(البیھقی فی الزھد الکبیر)

سامعین! حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے اپنی کتاب 'اچھی مائیں، تربیت اولاد کے دس سنہری گُر' میں تحریر فرماتے ہیں:

"اے احمدی ماؤں! تم پر ایک بہت زیادہ ذمہ دار ہوتا ہے۔ تمہارے ہاتھوں میں قوم کے وہ نونہال پلتے ہیں جو آج کل کے جوان ہیں۔ آج کے بیٹے اور کل کے باپ ہیں۔ آج کے تابع اور کل کے متبوع ہیں۔ آج کے محکوم اور کل کے حاکم ہیں۔ عنقریب ان کے ہاتھوں میں سلسلہ کے کاموں کی باگ ڈور جانے والی ہے۔ پس اپنی اس نازک ذمہ داری کو پہچانو اور اپنے بچوں کی زندگیوں کو ایسے قالب میں ڈھال دو کہ جب ان کا وقت آئے تو وہ آسمانِ ہدایت پر ستارے بن کر چمکیں تم شاید خود بھی اپنی قدر کو نہ پہچانتیں مگر تمہارے رسول نے تمہاری قدر کو پہچانا ہے اور تمہیں اپنی محبوب ہستی قرار دیا ہے پس اس عظیم الشان نعمت کی قدر کرو کہ تم محبوب خدا کی محبوب ہو اور اس ذمہ داری کو ادا کرو جو خدا نے تمہارے کندھوں پر ڈالی ہے۔ یہ ذمہ داری بہت بھاری ہے مگر یقین رکھو کہ اس رستہ کے ہر قدم پر خدا کے فضل و رحمت کا سایہ تمہارے سر پر ہوگا اور اس کے رسول اور اس کے مسیح علیہ السلام کی پاک دعائیں تمہارے ساتھ ساتھ چلیں گی۔ اے ہمارے خالق و مالک! اے ہمارے آسمانی آقا! ہماری کمزور کشتیوں کے طاقتور ناخدا! تو ہر احمدی ماں کے دل میں یہ جذبہ پیدا کر دے کہ وہ اپنی اولاد کو تیری ایک مقدس امانت سمجھتے ہوئے اس کی تعلیم و تربیت کو ایسی بنیادوں پر قائم کر دے جو تیری رضا اور اسلام اور احمدیت کی ترقی کا موجب ہو اور تو احمدی بچوں کو بھی یہ توفیق عطا کر کہ وہ اپنی نیک ماؤں کی تربیت کے نقوش کو صالح اور سلیم بچوں کی طرح قبول کریں۔"

(اچھی مائیں، صفحہ 28-29)

سامعین! آخر میں خاکسار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا والدین کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں ایک ارشاد پیش کرتا ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 19)

اب سوچنے کا مقام یہ ہے کہ ماں تو ایک اچھے نوکر ایک مخلص غلام کی طرح اپنے بچے کی بے لوث خدمت کرتی ہے تو کیا ہم جواب میں اس کی خدمت کر کے تھوڑا سا حق ادا کرتے ہیں یا نہیں؟

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ماؤں کی دعاؤں کا وارث بنائے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)